خیر کے دروازے

تحریر: سماحۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دُور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ وَ اِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ: تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَ تُقِيْمُ الصَّلَاةَ وَ تُؤْتِي الزَّكٰوةَ وَ تَصُوْمُ رَمَضَانَ وَ تَحُجُّ الْبَيْتَ﴾ ''تم نے ایک عظیم چیز کا سوال کیا ہے اور وہ اس شخص کیلئے نہایت ہی آسان ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ آسان بنا دے، تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰى اَبْوَابِ الْخَيْرِ: اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ) ''کیا میں تمہیں خیر کے دروازے نہ بتلاؤں، روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور رات کی تنہائی میں آدمی کی نماز۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ ''سے لے کر ﴿يَعْمَلُوْنَ﴾ تک تلاوت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اَلَا اُخْبِرُکَ بِرَاْسِ الْاَمْرِ وَ عَمُوْدِهٖ وَ ذِرْوَةِ سَنَامِهٖ) ''کیا میں تمہیں دین کی بنیاد، اس کے ستون اور اس کی کوہان کی چوٹی کی خبر نہ دوں؟''

میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (رَاْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَ عَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ وَ ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ) ''دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی کوہان کی چوٹی جہاد (فی سبیل اللہ) ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اَلَا اُخْبِرُکَ بِمَلَاکِ ذٰلِکَ كُلِّهٖ؟) ''کیا میں تمہیں ان سب کی اصل کی خبر نہ دوں؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر ارشاد فرمایا: (کُفَّ عَلَيْکَ هٰذَا) ''اس کو روک کر رکھو۔'' میں نے کہا: اللہ

کے نبی ﷺ! کیا ہم اس پر بھی پکڑے جائیں گے جو ہم بولتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ وَ هَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَوْ قَالَ: عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ) ''اے معاذ! تمہاری ماں تمہیں گم پائے، لوگوں کو جہنم میں ان کے مونہوں، یا فرمایا نتھنوں کے بل ان کی زبانوں کی کمائی ہی تو گرائے گی۔'' [جامع الترمذی:۲۶۱۶]

مفردات حدیث

(اَخْبِرْنِيْ بِعَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ......) مجھے ایسے عمل کی خبر دیجیے جو جنت کے داخلے اور جہنم سے دُوری کا سبب ہو۔ (لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِيْمٍ) اللہ کی قسم! عظیم زندگی کے بارے میں تم نے پوچھا ہے، کیونکہ جہنم سے بچ کر جنت میں داخل ہو جانا یہی فوز وفلاح اور کامیابی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ''جو جہنم سے ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، یقیناً وہ کامیاب ہوگیا۔'' [آل عمران:۱۸۵] (وَ اِنَّهُ لَيَسِيْرٌ عَلٰى مَنْ يَسَّرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ) ''یعنی دین اسلام کی بنیاد آسانی پر ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ﴾ ''اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔'' [البقرۃ:۱۸۵] اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آ جائے گا۔'' [صحیح بخاری] (تَعْبُدُ اللّٰهَ) ''کہ تم اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ اور عظیم عبادت میں اس کیلئے انتہائی عاجزی اختیار کرو۔''

(لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا) یعنی جو بھی چیز ہو، حتیٰ کہ انبیاء اور مقربین فرشتوں کو بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرانا۔ (وَ تُقِيْمُ الصَّلَاةَ......) یہ پانچ ارکان اسلام میں سے ہیں (اَبْوَابُ الْخَيْرِ) یعنی خیر و بھلائی کے مسائل اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد عام معروف دروازے ہوں جن میں دخل ہوا جاتا ہے اور باہر نکلا جاتا ہے۔ (اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ) یعنی روزہ دنیا میں روزے دار کو شہوات سے روکتا ہے اور آخرت میں جہنم سے روک کر ڈھال بن جائے گا۔ (اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيْئَةَ......) اس سے مراد مطلقاً صدقہ ہے خواہ صدقہ واجب ہو یا نفلی، تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ) یعنی انسان کا اصل کام جس کی وجہ سے وہ پیدا کیا گیا ہے، اسلام ہے۔ یعنی وہ ظاہراً و باطناً اپنے دل اور اپنے تمام اعضاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو جائے۔

(وَ عَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ) یعنی اسلام کا ستون پانچ نمازیں ہیں اور عمود اس (ستون) کو کہتے ہیں جس

پر خیمہ قائم ہو جب وہ ہٹا دیا جائے تو خیمہ گر جائے۔(وَ ذِرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ) جہاد فی سبیل اللہ، اس کو کوہان کی چوٹی اس لیے قرار دیا ہے کہ جہاد کے ذریعے سے اسلام بلند اور اونچا ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور نہ کمزور بنو اور نہ غم کرو اور تم ہی سب پر غالب ہو اگر تم ایمان والے ہو۔'' (اَلَا اُخْبِرُكَ بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ) اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسا عمل جس کے ساتھ تم ان سب کے مالک بن جاؤ گے۔ کیونکہ ''ملاک الشئی'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جس کے ساتھ بندہ مالک بنے۔(كُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا) زبان کو ہر قیل وقال اور فضول کاموں سے روکے رکھو یعنی زبان سے خیر کی بات کر۔(ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ يَا مُعَاذُ) اس کے معنی ہیں کہ تیری والدہ تجھے گم پائے، اور عرب یہ کلمہ ترغیب پر بولتے ہیں نا کہ ظاہری معنی کیلئے۔(وَ هَلْ يَكُبُّ النَّاسَ......الخ) لوگ اپنی زبانوں کے ساتھ جو کچھ بھی کاٹتے ہیں اس کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے۔ اسی لیے معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ اسے قابو میں رکھنا کیونکہ زبان کبھی شرک، کبھی کفر اور کبھی فحش بات کرتی ہے۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

فوائد الحدیث

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علم کے بہت حریص تھے۔ اس لیے انہوں نے علم سے متعلقہ بہت سے سوالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہیں۔ لیکن ان کے سوالات محض حکم کو جاننے کیلئے نہ ہوتے تھے، جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کا حال ہے کہ وہ اہل علم اور علمائے کرام سے صرف حکم جاننے کی غرض سے سوال کرتے ہیں، بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل کرنے کی غرض سے دینی سوال کرتے تھے، لہٰذا عوام کو اہل علم سے دین پر عمل کرنے کیلئے سوالات کرنے چاہئیں۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہت بلند ارادہ رکھتے تھے کہ انہوں نے دنیوی امور کے بارے میں سوالات نہیں کیے۔ بلکہ اخروی امور سے متعلق سوال کیا ہے کہ مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور جہنم سے دور کر دے اور آپ رضی اللہ عنہ اسی بلند ترین مرتبے کے ہی لائق تھے، کیونکہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک فقیہ تھے اور اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں داعی، مفتی اور حاکم بنا کر یمن روانہ کیا تھا۔ اس حدیث سے جنت اور جہنم کا اثبات بھی ہو رہا ہے اور ایمان کے چھ ارکان میں یہ شامل ہے کہ بندہ جنت اور جہنم پر ایمان رکھے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عمل بندے کو جنت میں داخل کر دیتا ہے اور (کوئی) عمل جہنم میں داخل کر دیتا ہے، نیز یہاں ایک اشکال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا: ''کوئی بھی شخص اپنے عمل کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہو گا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں میں بھی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ مجھے ڈھانپ لے گا۔'' [صحیح بخاری: ۵۶۷۳] ان دونوں احادیث میں جمع کی صورت کیسے ممکن ہے؟

اس کا جواب علمائے کرام، فقہائے اسلام، دلوں اور جسموں کے اطباء نے یوں دیا ہے کہ ''باء'' دو معانی کیلئے آتا ہے۔ سببیت اور عوض کیلئے۔ مثلاً آپ کہیں: (بعت علیک هذا الكتاب بدرهم) اس میں ''باء'' عوض کیلئے استعمال ہوئی ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں بھی (بِعَمَلِهٖ) میں ''باء'' عوض کیلئے استعمال ہوئی ہے، لہٰذا اس حدیث کے معنی یہ ہوں گے کہ ''کوئی بھی شخص اپنے عمل کے عوض جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

یہاں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سوال کیا ہے۔ یہ بڑا عظیم سوال ہے کیونکہ درحقیقت انسان کے وجود اور زندگی کا راز یہی ہے۔ چنانچہ دنیا میں تمام بنی آدم اور جنوں کے موجود ہونے کی غایت جنت ہے یا جہنم اسی لیے یہ عظیم سوال ہے۔ اگرچہ یہ بڑا عظیم سوال ہے مگر جس پر اللہ تعالیٰ آسانی کرے اس کیلئے نہایت ہی آسان ہے۔

انسان کیلئے مناسب یہی ہے کہ اپنے دین اور دنیا کے معاملات میں آسانی کا سوال کرے، کیونکہ جس پر اللہ تعالیٰ آسانی نہ کرے اس پر ہر چیز مشکل ترین ہے۔ اس حدیث میں اسلام کے پانچ ارکان ذکر کیے گئے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ شرک نہ کرنا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا ہے۔ یہاں رسالت مذکور نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت رسالت کو شامل ہے اس لیے کہ کسی انسان کیلئے نبی کریم ﷺ کی شریعت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت ممکن ہی نہیں۔

سب سے اہم کام اور سب سے بلند واجبات اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے یعنی توحید کو تسلیم کرنا اور اس پر زندگی گزارنا۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے تعلیم کے معاملات میں فضیلت بیان فرمائی ہے کہ آپ نے خود ہی سوال کیا کہ کیا میں تمہیں خیر کے دروازے کے متعلق نہ بتلاؤں؟ نیز رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ ضرورت کے پیش نظر آپ ایک سوال کے جواب میں ساتھ اور بھی کئی سوالوں کا جواب عنایت فرمادیا کرتے تھے، مثلاً سمندر کے پانی کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا ہم اس پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اس کا پانی پاک ہے۔'' اور زائد جواب دیا کہ اس کا مردار حلال ہے۔ [سنن نسائی: ۵۹] بعض لوگوں

نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر یہ عیب لگایا ہے کہ ان سے ایک مسئلے کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ کئی مسائل ذکر کر دیتے ہیں، اس کا جواب ان کے تلامذہ نے دیا ہے کہ آپ رحمہ اللہ علم کے معاملے میں بہت جود و کرم اور سخاوت سے کام لیتے تھے۔

روزہ ڈھال ہے۔ اس کا معنی مفردات حدیث کے تحت بیان ہو چکا ہے۔ چنانچہ جس کا روزہ روزے دار کیلئے ڈھال نہ بنے تو وہ ناقص روزہ ہے، اسی لیے روزے کی حالت میں انسان پر نافرمانی کرنا حرام ہے لیکن یہاں ایک سوال ہے۔ کیا معاصی روزے کو باطل کر دیتے ہیں یا نہیں؟

جواب: اگر یہ حرام کام روزے کے متعلق خاص ہو تو پھر روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر عام ہو تو پھر فاسد نہ ہو گا۔ مثلاً: روزے کی حالت میں کھانا پینا حرام ہے، اگر کوئی کھائے یا پیے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

اسی طرح غیبت وغیرہ کرنا روزے دار پر حرام ہے لیکن اگر حالت روزہ میں کوئی غیبت کر دیتا ہے تو اس کا روزہ فاسد نہ ہو گا کیونکہ یہ ممانعت روزے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یعنی ہر حال میں غیبت حرام ہے۔

صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے، نیز اس حدیث میں صدقے پر ترغیب دلائی گئی ہے، لہٰذا جب گناہ زیادہ ہو جائیں تو پھر صدقہ اسی قدر زیادہ کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ہر آدمی قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے میں ہو گا۔'' [مسند أحمد] یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ خطا میں حرارت میں سے کوئی چیز ہے، کیونکہ اس پر انسان کو آگ کے ساتھ عذاب ہو گا اور صدقے میں کوئی ٹھنڈک والی چیز ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تعلیم کا انداز واضح ہوتا ہے جو کہ مذکورہ کئی احادیث میں بھی مذکور ہو چکا ہے اور یہاں آپ نے معنوی چیزوں کو حسی چیزوں پر قیاس کرتے ہوئے بات کو سمجھایا اور تعلیم دی ہے۔

صلاۃ اللیل (رات کو نفل نماز پڑھنے) کی ترغیب دی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قرآنِ مجید سے (رات کی نماز کا) استدلال کیا ہے، اس کے باوجود کہ قرآن آپ پر نازل ہوا ہے، لیکن قرآن مجید سے دلیل لی جائے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہر ایک کیلئے شاہد اور عادل ہے۔

اس حدیث میں ان لوگوں کی فضیلت بھی ذکر ہوئی ہے جو رات کو اپنے پہلوؤں کو بستروں سے الگ کرتے ہیں، کیونکہ وہ خوف اور طمع رکھتے ہوئے اپنے رب کو پکارنے میں اور نماز میں مشغول رہتے ہیں اور ان

سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جو رات کو خود کو اپنے بستروں سے جدا کرتے ہیں، لغو، فضول اور حرام کام کیلئے۔ کیونکہ یہ تو صرف مکروہ اور حرام کام کیلئے بیدار ہوئے ہیں۔ جو آیت رسول اللہ ﷺ نے بطور استشہاد تلاوت فرمائی اس سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ انسان کیلئے مناسب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے وقت خائف بھی ہو اور امید بھی رکھتا ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ڈر اور جہنم سے خائف اور رحمت الٰہی پر امید ہو۔

مذکورہ آیت کریمہ میں یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو عطا فرمایا ہے اس میں سے خرچ کرنا بڑی فضیلت کا کام ہے۔ اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا و آخرت کے تمام معاملے کی اصل اسلام ہے اور اسلام وہ ہے جس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے، آپ کی بعثت کے بعد سوائے آپ کی شریعت کے کوئی اسلام نہیں ہے۔ اس بات پر اگر کوئی شخص سوال کرے کہ کیا یہودی اور عیسائی مسلمان ہیں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ تورات کی شریعت کے قیام کے وقت جن یہودیوں نے اس کی اتباع کی، اسی طرح انجیل کی شریعت کے قیام کے وقت جن عیسائیوں نے اس کی پیروی کی وہ یہودی اور عیسائی مسلمان تھے۔ دین کا ستون نماز ہے اور ستون کے بغیر عمارت درست نہیں ہوتی۔ اس بات پر یہ فرع نکلی کہ جس نے نماز کو ترک کیا، اس نے کفر کیا، کیونکہ ستون جب گرا تو عمارت بھی قائم نہ رہی۔ یہی قول راجح ہے اسی پر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اور قیاس وغیرہ کے دلائل دلالت کرتے ہیں۔ جو شخص نماز کو چھوڑتا ہے وہ کیسے اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے؟ یہ کبھی ممکن ہی نہیں۔ ہم نے اس موضوع پر ایک مختصر رسالہ بھی لکھا ہے۔ تارک صلاۃ کے کافر ہونے کے دلائل ذکر کئے ہیں اور جو کہتے ہیں کافر نہیں ہے اس کا جواب دیا ہے۔ اسلام کی کوہان کی چوٹی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ کیونکہ جب جہاد قائم ہوتا ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کا کلمہ بہت بلند ہو، یعنی اسلام کی سربلندی کیلئے جہاد کریں تو اسلام بلند ہوگا۔ یہی جہاد کی چوٹی ہونے کی وجہ ہے اور اگر کسی اور غرض سے جہاد ہو تو وہ جہاد اسلام کی چوٹی نہیں ہے۔ اسی لیے ہم آج دیکھتے ہیں کہ بعض اپنی قوم کی حمیت اور عصبیت کیلئے لڑائی کرتے ہیں اور خود کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں نہ وہ کامیاب ہوئے اور نہ ہوں گے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جہاد مسلمانوں پر فرض ہے اور وہ اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے قتال کرنا ہے۔

یہ سارا سرمایہ اور ملاک زبان کو (ہر شر سے) روکنا ہے۔ اعضائے جسم میں زبان بہت اہم چیز ہے

کیونکہ یہی وہ زبان ہے کہ جس کی حفاظت پر جنت کی ضمانت رسول اللہ ﷺ نے دی ہے اور زبان کی آفتوں میں جھوٹ بولنا، گالی دینا اور غیبت وغیرہ کرنا ہے جس سے انسان جہنم کی وادیوں میں جا گرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا تعلیم دینے کا ایک یہ بھی انداز تھا کہ آپ قولاً اور فعلاً تعلیم دیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے زبان پکڑ کر اس کے متعلق نصیحت فرمائی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دلوں میں کسی قسم کا اشکال اور قلق محسوس کرتے تو فوراً رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق پوچھ لیا کرتے تھے یہاں تک کہ معاملہ صاف ہو جاتا، معاذ رضی اللہ عنہ کو اشکال وارد ہوا کہ جو ہم بات کرتے ہیں اس کا بھی مؤاخذہ ہوگا؟ فوراً سوال کیا اور اس اشکال کو حل کیا۔ یہاں ایک فائدے کے طور پر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی بھی صحابی نے اعتقاد کے مسائل میں سے سوال نہیں کیا اور نہ ہی وہ عقیدے کے سوال کیے جو کتاب وسنت میں وارد نہیں ہوئے، لہٰذا جو شخص اس قسم کے سوال کرے تو اسے کہو: یہ بدعت ہے۔ اگر اس طرح کا سوال کرنا خیر و بھلائی کا کام ہوتا تو وہ ہم سے سبقت لے جاتے، کیونکہ وہ علم کے زیادہ حریص تھے اور ہم سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔

دوران گفتگو ایسی بات کہنا جائز ہے جس کا کوئی مقصود نہ ہو صرف زبان پر بولے جاتے ہوں، جیسے (ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ) ''تیری ماں تجھے گم پائے۔'' یہ دعائیہ کلمہ ہے، لیکن صرف ترغیب پر بولا جاتا ہے اور یہ شرعی قاعدے کے موافق ہے کہ اللہ تعالیٰ لغو بات کا مؤاخذہ نہیں کرتا۔

جہنمی اپنے مونہوں کے بل جہنم میں گرائے جائیں گے، یہ بات پوری اہانت پر دلیل ہے، کیونکہ چہرہ عزت کی جگہ ہے جب اس کی اہانت کی جائے گی تو معلوم ہوا کہ ذلت و رسوائی کی انتہا ہے۔ زیادہ بولنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ خیر و بھلائی والی بات کرے یا خاموش رہے۔'' [صحیح بخاری] اللہ کی قسم! اگر ہم اسے چھپالیں گے اور اپنے قابو میں کرلیں گے تو ہم بہت سی چیزوں اور گناہوں سے محفوظ رہیں گے۔

اس حدیث میں یہ بات بھی واضح ہوئی کہ راویان حدیث اقوالِ رسول ﷺ بیان کرنے میں پوری امانت و دیانت سے کام لیتے تھے۔ جیسا کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے (عَلٰی وُجُوھِھِمْ) کے الفاظ کہے ہیں یا (مَنَاخِرِھِمْ)